عدالتِ صحابہ کرامؓ۔ ایک تحقیقی مطالعہ

(قسط اول)

تحریر: عرفان خالد ڈھلوں، شریعہ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

دینِ اسلام میں حضرات صحابہ کرامؓ کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ کسی دوسرے الہامی یا غیر الہامی مذہب کے ابتدائی متبعین کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا مقام و مرتبہ متعین کیا۔ اور بحیثیت ایک طبقہ کے ان کی مدح و ستائش فرمائی۔ مسلمانوں نے ان کی زندگیوں کے ایک ایک نقش کو ضبط تحریر میں لا کر محفوظ کیا۔ ان کی شخصیات و آثار مسلمانوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

کسی اور مذہب کے بانی نے اپنے ساتھیوں پر اتنا فخر نہیں کیا جتنا نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ پر فرمایا۔

کسی اور مذہب کے اولین پیروکاروں نے اپنے مذہب کی اشاعت و ترویج میں ایسا ایثار، جانفشانی، حزم و احتیاط اور دیانتداری نہیں دکھائی جس کا مظاہرہ حضرات صحابہ کرامؓ نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ کیا۔

حضرات صحابہ کرامؓ کو بحیثیت ایک طبقہ کے دین اسلام میں جو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے اس میں وہ منفرد ہیں۔ بعض امتیازات صحابہ کرامؓ کے لئے خاص ہو کر رہ گئے ہیں۔ جس طرح نبوت نبی اکرم ﷺ پر بند ہو چکی ہے اسی طرح بعض امتیازات اور خصائص صحابہ کرامؓ پر ختم ہو چکے ہیں۔

عدالتِ صحابہ کرامؓ پر کچھ تحریر کرنے سے پہلے ان دلائل کو وضاحت سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کی بنا پر حضرات کرامؓ عدول قرار دیئے گئے۔ ان دلائل میں صحابہ کرامؓ کے اپنے خصائص و امتیازات اور قرآن و سنت کی نصوص اور ائمہ کرامؒ کے اقوال شامل ہیں۔ مزید یہ کہ عدالت صحابہؓ کی حکمت و اہمیت اور عدالتِ صحابہ کے حوالے سے اعتراضات اور شبہات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے خصائص وامتیازات

ا۔ قبول اسلام میں سبقت واستقامت :

حضرات صحابہ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے صاحب شریعت ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا۔ وحی الٰہی کی تصدیق کی اور قبول اسلام میں سبقت کی۔ مخاطبین کی اکثریت نے جب اعلانِ نبوی کی مخالفت کی تو حضرات صحابہ کرامؓ نے آگے بڑھ کر دعوتِ اسلام کو قبول کیا۔ انہوں نے اس دعوت کی حقانیت اور سچائی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے آباء اجداد کے گمراہ رسوم اور ظالمانہ قوانین کو ترک کرنے جیسے مشکل ترین کام کو برضا ورغبت سرانجام دیا۔ ان کی اکثریت اپنے زمانے کے دنیوی ترقی کے معیارات سے کم حیثیت رکھنے والوں کی تھی لیکن انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی حمایت وتائید اور اسلام کی دعوت کے قبول واشاعت میں اپنی ہر متاع عزیز' جان اور جائیداد کاروبار اور مناصب اور رشتہ داریاں اور دوستیاں غرض سب کچھ قربان کردیا۔ کوئی ترغیب اور لالچ صحابہ کرامؓ کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداریوں کو خرید نہ سکا۔ کوئی ظلم اور خوف اسلام پر ان کے پائے استقامت میں لرزش پیدا نہ کرسکا۔ کوئی خونی رشتہ ان کے دینی رشتے کو توڑ نہ سکا۔ کوئی جاہلی نسلی تعصب اور خاندانی وقار ان کے اسلام قبول کرنے میں تاخیری حربے کے طور پر کام آسکا اور نہ ہی رکاوٹ بن سکا۔ گھر اور گلیاں انہیں نبی اکرم ﷺ کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور نہ کرسکیں۔ انہوں نے گھربار چھوڑ دیے لیکن ہر حالت میں نبی اکرم ﷺ کے وفادار رہے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کا ذکر یوں کیا گیا ہے :

"فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ" (ا)

(لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے ان سب کے قصور میں معاف کردوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ان کی جزاء ہے۔ اللہ کے ہاں۔ اور بہترین جزاء اللہ ہی کے پاس ہے۔)

ا۔ سورۃ آل عمران : ۱۹۵

صحابہ کرامؓ نے دنیا کے مال و متاع کے مقابلے میں اللہ کے رسول ﷺ کی صحبت ورفاقت کو ترجیح دی اور وہ بیک زبان پکار اٹھے :

"قالوا بلی یارسول اللّٰه قدرضینا"(۱)

(یعنی ان سب نے کہاہاں اے اللہ کے رسول ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں (کہ اللہ اور اسکا رسول ہم کو مل جائے۔)

(۲) نزولِ شریعت کے عینی شاھد

حضرات صحابہ کرامؓ اس اعزاز میں بھی منفرد ہیں کہ انہوں نے نزولِ شریعت کا زمانہ پایا۔ وہ ان تمام حالات وواقعات کے عینی شاہد ہیں جو وجہِ نزولِ شریعت بنے۔ شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس کا شانِ نزول ان سے مخفی ہو۔ یہ صرف صحابہ کرامؓ کا ہی طبقہ ہے جو یہ علم رکھتا ہے کہ قرآن مجید کی کون سی آیت کس موقع پر نازل ہوئی۔ نصوص شریعت کے اسبابِ تنزیل کی براہِ راست معرفت حاصل ہونے کی بنا پر صحابہ کرامؓ کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی وجہ سے تعبیر نصوص جیسا کام صحابہ کرامؓ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ نصوص کی تعبیر و توضیح کیلئے اسبابِ نزول کی معرفت ضروری ہے۔ اور اسبابِ نزول کا علم صرف صحابہ کرامؓ کے پاس ہے۔

علم اسباب نزول کے فوائد کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے لکھا ہے کہ اس علم سے حکم کے مشروع ہونے کی حکمت اور اس حکمت کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ اس میں یہ ہے کہ جس شخص کے نزدیک حکم کا اعتبار سبب کی خصوصیت کے ذریعے کیا جاتا ہے اس کے قول کے مطابق سبب نزول کیساتھ حکم کی خصوصیت ظاہر کی جاتی ہے۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ کبھی لفظ تو عام ہوتا ہے مگر دلیل اس کی تخصیص پر قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب سبب نزول معلوم ہوگا تو تخصیص کا اقتصار اس سبب کی صورت کے ماسوا پر ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ سبب نزول کی معرفت سے آیات کے معانی منکشف ہو جاتے ہیں اور ان کے سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آتی۔ سبب نزول کے علم سے حصر کا توہم دور ہوتا ہے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ سبب نزول ہی کے ذریعہ سے اس شخص کا نام معلوم ہوتا ہے جس کے بارہ میں کوئی آیت اتری ہے اور آیت کے مبہم حصہ کی تعیین بھی سبب نزول کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔(۲)

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد والسیر، باب ماکان النبی ﷺ یعطی المولفة قلوبهم ۱۸۸/۲

۲۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱/ ۱۲۰۔ ۱۲۲

نصوص شریعت کے اسباب نزول کا علم رکھنے کی بنا پر صحابہ کرامؓ کے طبقہ کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل علماء کے اقوال سے لگایا جا سکتا ہے۔ علامہ واحدی (م ۴۶۸ھ) لکھتے ہیں :

"ولایحل القول في اسباب نزول الكتاب الابالرواية والسماع ممن شاهدوا التنزيل وقفواعلى الاسباب وبحثواعن علمها"(۱)

قرآن مجید کے اسباب نزول کے بارے میں کوئی بات کہنا درست نہیں ہے سوائے ان لوگوں کی روایت اور سماعی بیان کے جنہوں نے نزول قرآن کو خود دیکھا اور اس کے اسباب نزول پر وقوف کیا اور اسکے بارے میں علم کی تحقیق کی۔

علامہ ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) کا قول ہے :

"بيان سبب النزول طريق قوى فى فهم معانى القرآن"(۲)

معانی قرآن کے فہم کیلئے ایک قوی طریقہ سبب نزول کا بیان ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں :

"معرفة سبب النزول يعين على فهم الاية- فان العلم بالسبب يورث العلم بالمسبب"(۳)

سبب نزول کا علم آیت کے سمجھنے میں مدد دیتا ہے کیونکہ سبب کے علم سے مسبب کا علم حاصل ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں :

"انماشرط المفسرامران:الاول:ماتعرض به الآيات من القصص ' فلايتيسر فهم الايماء بتلک الآيات الابمعرفة تلک القصص -والثانی:مايخصص العام بالقصة' اومثل ذالک من وجوه صرف الكلام عن الظاهر' فلاتيسر فهم المقصود من الآيات بدونها"(۴)

مفسر کیلئے دو چیزوں کا جاننا شرط ہے۔ ایک وہ واقعات جن کی طرف آیات اشارہ کرتی ہوں کیونکہ ایسی آیات کے ایماء کا سمجھنا واقعات کی معرفت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے وہ قصے جن

۱۔ اسباب النزول للواحدی، ص ۴۔ طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی ۳/ ۳۸۹ ومابعد

۲۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱/ ۱۲۱۔ لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی، ص ۱۳

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱/ ۱۲۱۔ لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی، ص ۱۳

۴۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر لشاہ ولی الدھلوی، ص ۷۴

سے عام کی تخصیص یا کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہو مثلاً کلام کو اس کے ظاہری معنی سے پھرتے ہو۔ لہذا آیات کے اصل مقصد کا علم ان قصص سے واقف ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔

نزول شریعت کے عینی شاہد ہونے کی وجہ سے تعبیر نصوص میں صرف صحابہ کرامؓ کے اقوال معتبر ہوں گے۔ ابن سیرین (م ۱۱۰ھ) کا قول ہے کہ انہوں نے عبیدۃ سے قرآن کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا:

"اتق اللہ وقل سدادا، ذھب الذین یعملون فیما انزل القرآن"(۱)

اللہ سے ڈرو اور حق بات کہو وہ لوگ گزر گئے جن کو یہ معلوم تھا کہ اللہ نے کس بارے میں قرآن نازل کیا ہے۔

۳۔ سیرتِ صاحبِ شریعت کے عینی شاہد

صحابہ کرامؓ نے اس ذات اقدس ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا نہایت قریب سے مشاہدہ کیا جن پر شریعت نازل ہوئی اور جن کی ذات واجب الاتباع قرار دی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے نصوصِ شریعت کی عملی تطبیق حیاتِ رسول ﷺ میں دیکھی۔ زمانہ امن اور حالت جنگ میں 'فرحت وانبساط اور غم کی کیفیتوں میں، تحمل اور غصہ میں' خانگی امور اور ریاستی نظامت میں 'حالتِ نیند اور عالم بیداری میں' دورانِ عبادت اور معاملاتِ خرید و فروخت میں' غرض صاحب شریعت کی حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو کو قریب سے دیکھا۔ ایک ایک فعل نبوی کو اپنے ذہنوں پر نقش کیا۔ ان تمام مشاہدات کا اپنی زندگیوں میں التزام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

"ان اللہ بعث الینا محمدا ﷺ ولا نعلم شیئا فانما نفعل کما رأیناہ یفعل"(۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اس وقت ہماری طرف بھیجا جب ہم کچھ نہیں جانتے تھے۔ پس ہم اسی طرح کرتے ہیں جس طرح ہم نے حضرت محمد ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا۔

۱۔ اسباب النزول للواحدی، ص ۵

۲۔ موطا امام مالک۔ کتاب الصلوۃ۔ باب قصر الصلوۃ۔ ص ۱۲۵۔۱۲۶۔
مزید ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ۔ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب تقصیر الصلوٰۃ ۴۴۶/۱، المستدرک للحاکم ۲۵۸/۱

۴۔ نفوس زکیہ

صحابہ کرامؓ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ ان کے نفوس کا تزکیہ خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ منصب نبوت کے دیگر فرائض کے علاوہ ایک فریضہ یہ بھی تھا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کا تزکیہ و تربیت کریں۔ قرآن مجید میں ہے :

"وَيُزَكِّيهِمْ"(۱) اور وہ (رسول اللہ ﷺ) ان (صحابہ کرامؓ) کی زندگیاں سنوارتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے احکام دین ہی حاصل نہیں کیے بلکہ آداب زندگی بھی انہی سے سیکھے۔ نبوی صحبت نے ان کے نفوس میں جاہلی معاشرے کے اثر سے پلنے والے اخلاق ذمیمہ کی بیخ کنی کر کے اخلاق حمیدہ کی پرورش کی۔

۴۔ شریعت کے متعلمین اول

صحابہ کرامؓ کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ انہوں نے احکام الٰہی کی تعلیم براہِ راست صاحبِ وحی سے حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی ﷺ کو احکام شریعت دیے۔ اور آپ ﷺ نے خود صحابہ کرامؓ کو ان احکام کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلاَلٍ مبين"(۲)

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے اور ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو الکتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"خذوا عني خذوا عني"(۳) سیکھ لو مجھ سے سیکھ لو مجھ سے (یعنی احکام شرعی)

۱۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۶۴

۲۔ ایضاً

۳۔ صحیح مسلم 'کتاب الحدود' باب حد الزنا ۲/۴۔۳۱۹۔ مزید ملاحظہ ہو :
جامع ترمذی 'ابواب الحدود' باب ماجاء ان الرجم علی الثیب ۱/۵۲۴۔
سنن ابن ماجه ' ابواب الحدود' باب حد الزنا ۲/۲۸۴

یہ تعلیم قول اور فعل دونوں طریقوں سے تھی۔ صحابہ کرامؓ نے فرموداتِ رسول ﷺ سے احکام شریعت اور ان کی تشریح و تعبیر سیکھی اور سیرتِ نبوی کا عینی مشاہدہ کر کے شریعت اسلامی کا عملی پہلو اخذ کیا۔ صحابہ کرامؓ نے وحی الٰہی کو صاحب وحی پر نازل ہوتے دیکھا۔ انہوں نے آیات قرآنی کو حامل وحی سے براہ راست سنا۔ آیات کے معانی و مفاھیم خود اس ذات عالی مرتبت سے سیکھے جس کے قلب مبارک پر وہ آیات نازل ہوئی تھیں۔ وہ متنِ شریعت کے متعلمین اول اور مفہوم شریعت کے فہیم اول تھے۔

حضرات صحابہ کرامؓ نے صاحب شریعت سے صرف احکام شریعت ہی نہیں سیکھے بلکہ عقل و دانش اور حکمت و دانائی بھی اسی ذات سے حاصل کی جس کا منبع علم وحی الٰہی تھا۔ صحابہ کرامؓ عقل و دانش کے بلند مقام پر متمکن تھے۔ ان کا ماخذِ علم بعد والے تمام زمانوں کے انسانوں کے ماخذِ علم سے زیادہ معتبر اور صائب ہے۔

۵۔ شریعتِ اسلامی کے اولین مزاج شناس

صحابہ کرامؓ شریعتِ اسلامی کے اولین اور سب سے زیادہ مزاج شناس تھے۔ وہ شارع اور شریعت کی غرض منشا سے بخوبی آگاہ تھے۔

قانون کی صحیح غرض و منشا سے آگاہ اس قانون کا شارع ہوتا ہے۔ شارع سے کسی شخص کا جتنا زیادہ عدم تعلق اور بعد ہو گا اس کیلئے قانون کی غرض و منشا کا صحیح ادراک اتنا ہی مشکل اور اس ادراک کے صواب کا امکان اتنا ہی کم ہو گا۔ جس شخص کا شارع سے جتنا زیادہ ربط و قرب ہو گا اس کے قانون کی غرض اور شارع کا منشا و مزاج سمجھنا اس شخص کیلئے اتنا ہی زیادہ سہل اور اس کے ادراک کے صواب کا امکان اتنا ہی زیادہ ہو گا۔

صحابہ کرامؓ نے شریعتِ اسلامی کے اغراض و مقاصد اور شارع کے منشا و مزاج کو نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں رہ کر براہ راست سمجھا ہے۔ احکام شریعت کے حقیقی منشائے الٰہی کو جاننے والی ذات رسول اکرم ﷺ کی ہے۔ آپ پر شریعت نازل ہوئی۔ آپ شارحِ شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ شارع بھی ہیں۔ شارع ہونے کے اختیارات انہیں خود اللہ تعالیٰ نے دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَمَا آتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" (۱)

۱۔ سورۃ الحشر: ۷

اور جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ۔

لہذا صحابہ کرامؓ اولین مزاج شناس نبوت وشریعت تھے۔ انہوں نے شریعت کے منشائے الہی کو براہ راست شارع سے اخذ کیا۔ شارع اور ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس اعزاز میں صحابہ کرامؓ تمام انسانوں میں منفرد ہیں۔

۷۔ دین کے سچے راویِ اول

حضرات صحابہ کرامؓ روایات دینِ اسلام کے سچے راوی اول ہیں۔ وہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جس کی وساطت سے دین ہم تک پہنچا ہے۔ وہ صاحب وحی ﷺ اور اپنے بعد والوں کے درمیان ایک لازمی واسطہ ہیں۔ ان کی دعوت' شہادت اور روایت بعد والوں کیلئے ایمان لانے کا ذریعہ بنی ہے۔ اگر اس پہلی کڑی اور واسطے کو درمیان سے نکال دیا جائے تو پھر ہمارے ایمان کی کوئی بنیاد نہیں رہتی۔

دینِ اسلام کی تعلیمات واحکام کو روایت کرنا صحابہ کرامؓ کا منصب اولین تھا۔ خود شارع نے یہ ذمہ داری صحابہ کرامؓ کو تفویض کی تھی۔ علامہ ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"ان اللہ بعثنی رحمة وکافة فادوا عنی یرحمکم اللہ"(۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری دنیا کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس لئے تم لوگ میری جانب سے (میرا پیغام پہنچانے کا حق) ادا کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ان الناس لکم تبع وان رجالا یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا آتوکم فاستوصوابھم خیرا"(۲)

بے شک لوگ تمہارے تابع ہیں اور بہت سے مرد تمہارے پاس زمین کے کونوں سے دین کو سمجھنے کیلئے آئیں گے۔ پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کیلئے خیر کو طلب کرو۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱۔ السیرة النبویة لابن ھشام ۲۵۵/۴

۲۔ جامع ترمذی' ابواب العلم' باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم' ۲۰۵/۲۔ مزید ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ' باب الوصاة بطلبة العلم' ۱۵۲/۱

"تسمعون ویسمع منکم ویسمع ممن یسمع منکم"(۱)

تم مجھ سے سنا کرتے ہو پھر تم سے سنا جائے گا اور ان لوگوں سے سنا جائے گا جو تم سے سنتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے ہی مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وفد عبد القیس کو اوامر و نواہی کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا:

"احفظوه واخبرو به من وراء کم"(۲)

اس کو یاد رکھو اور ان لوگوں کو بھی اسکی خبر دو جو تمہارے پیچھے ہیں۔

حضرت ابو بکرۃؓ(۳) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن اپنے خطبہ کے آخر میں فرمایا:

"الا یبلغ الشاهد الغائب"(۴)

آگاہ رہو جو لوگ یہاں حاضر ہیں وہ اس کو دوسروں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بلغوا عني ولو آیة"(۵) پہنچاؤ مجھ سے اگر چہ وہ ایک آیت ہی ہو۔

صحابہ کرامؓ نے اپنے اس فریضہ کو بطریق احسن نبھایا۔ انہوں نے دین کو جس طرح سنا اسی طرح دوسروں کو سنایا۔ جس طرح حاملِ وحی سے اسے سمجھا اسی طرح دوسروں کو سمجھایا، جس طرح نبی اکرم ﷺ کو دین پر عمل کرتے دیکھا اسی طرح لوگوں کو بتلایا اور عمل کر کے دکھایا۔ صحابہ کرامؓ نے دین کو روایت کرنے کے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ کمال دیانتداری کے ساتھ دین کی امانت کو اگلوں کے سپرد کر دیا۔ اور اس سلسلہ میں کسی خوف یا ملامت کی پروا نہیں کی۔

حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے مروی روایت میں صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر جن باتوں کی بیعت کی تھی ان میں سے ایک یہ بات تھی کہ:

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ۹۴/۳

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ، ۹۶/۱-۹۷

۳۔ ابوبکرة نفیع بن الحارث بن کلدة

۴۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب یبلغ العلم الشاهد الغائب ۱/۱۳۳
کتاب المغازی، باب حجة الوداع ۳/۶۸۰

۵۔ جامع ترمذی، ابواب العلم، باب الرخصة فیه، ۲/۲۱۵، شرح السنة للبغوی، ۱/۲۴۳

"وان نقول اونقوم بالحق حیثما کنا ولا نخاف نومة لائم"(۱)
اور یہ کہ ہم ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے اور حق بات کہیں گے اور اس کے کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کریں گے۔

صحابہ کرامؓ نے نقل دین میں جہاں ڈر' خوف اور ملامت کی پروانہیں کی وہاں جھوٹ سے بھی کام نہیں لیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں :

"اذاحدثتکم عن رسول اللہ حدیثافواللہ فلان اخرمن السماء احب الی من ان اکذب علیہ"(۲)
جب میں تم سے کوئی حدیث بیان کروں تو بخدا آسمان سے گرایا جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں۔

صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ سے جھوٹ منسوب کرنے پر وعید سے بخوبی آگاہ تھے۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"من کذب علی متعمدافلیتبوامقعدہ من النار"(۳)
جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

صحابہ کرامؓ سے دین کی روایت میں کتمانِ علم کا صدور بھی نہیں ہوا۔ اس سلسلہ میں نبوی تعلیمات ان کو پوری طرح آشکار تھیں۔

حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ بلجام نار یوم القیامۃ"(۴)

صحابہ کرامؓ نے روایت دین میں کتمان کا ارتکاب نہیں کیا۔ انہوں نے صرف وہی احادیث روایت نہیں کیں جو راز کی تھیں اور جن کے روایت کرنے سے ان کو منع فرمادیا گیا تھا۔

۱۔ سنن نسائی' کتاب البیعۃ' باب البیعۃ علی ان لاننازع الامراھلہ ۱۴۹/۳

۲۔ صحیح بخاری' کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام ۳۶۳/۲۔
مزید ملاحظہ ہو : سنن ابی داؤد' کتاب السنۃ باب فی قتل الخوارج ۴۸۸/۳

۳۔ جامع ترمذی' ابواب العلم عن رسول اللہ ﷺ' باب فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ ۱۰۹/۲

۴۔ سنن ابی داؤد' کتاب العلم' باب فی کراھیۃ منع العلم ۹۴/۳۔ مزید ملاحظہ ہو : سنن ابن ماجہ۔ باب من سئل عن علم فکتمہ ۱۵۷/۱

مثلاً حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں :

"اسرّالیّ نبی اللہ ﷺ سراًفمااخبرت به احدابعدولقدسالتنی عنه ام سلیم فما اخبرتھابه"(۱)

اللہ کے نبی ﷺ نے ایک راز کی بات مجھ سے کہی۔ میں نے اس کو کسی سے بیان نہیں کیا یہاں تک کہ میری ماں ام سلیم نے پوچھا میں نے اسے بھی بیان نہیں کیا۔

حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو منافقین کے نام بتادیے تھے اور ان کو حکم دیا تھا کہ ان ناموں کو ظاہر نہیں کرنا(۲)

حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں :

"ارففنی رسول اللہ ﷺ ذات یوم.فأسرالی حدیثالااحدث به احدامن الناس"(۳)

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا پھر میرے کان میں ایک بات کہی وہ بات میں کسی سے بیان نہیں کروں گا۔

۸۔ صحابہ کرامؓ کا ایمان معیار ہدایت

صحابہ کرامؓ کے ایمان کو دوسروں کیلئے معیار قرار دیا گیا ہے۔ ہدایت یافتہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ جیسا ایمان لایا جائے۔ قرآن مجید میں ہے :

"فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَآاٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا"(البقرة : ۱۳۷)

(اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں

۹۔ مغفرتِ صحابہ

حضرات صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ اور فضیلت کے حوالے سے ایک نمایاں بات یہ بھی ہے کہ قرآن مجید نے ان کی عام مغفرت اور بخشش کا اعلان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

۱۔ صحیح مسلم 'کتاب الفضائل-باب من فضائل انس بن مالک' ۱۵۵/٦

۲۔ البدایة والنھایة لابن کثیر ۱۹/۵ -الاستیعاب لابن عبدالبر ۳۱۸/۲ ومابعد۔ الاصابة لابن حجرالعسقلانی ۲۲۳/۲ ومابعد-اسدالغابة لابن الاثیر ۷۰٦/۲ ومابعد۔

۳۔ صحیح مسلم 'کتاب الحیض 'باب التسترعندالبول" ۴۴۵/۱

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُوَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُوْلٰئِكَ مِنْكُمْ"(۱)

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدو جہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ان کیلئے خطاؤں سے در گزر ہے اور بہترین رزق ہے۔اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر کے آگئے اور تمہارے ساتھ مل کر جدو جہد کرنے لگے وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ الفخر الرازیؒ(م۶۰۶ھ)لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو تمام ذنوب سے کامل مغفرت دی گئی ہے۔(۲)

سورۃ آل عمران میں فرمانِ الٰہی ہے :

"فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْافِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَاالْاَنْهَارُ ثَوَاباً مِنْ عِنْدِاللّٰهِ۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابُ"(۳)

لہذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور میں معاف کر دوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔یہ ان کی جزاء ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزاء اللہ ہی کے پاس ہے۔

بدری صحابہ کرامؓ کو یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ انہیں جنت اور مغفرت کی بشارت دے دی گئی ہے۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

۱۔ سورۃ الانفال : ۷۴۔۷۵

۲۔ تفسیر الفخر الرازی ۱۵ر ۲۲۰

۳۔ سورۃ آل عمران : ۱۹۵

"لعل اللّٰہ ان یکون قداطلع علی اھل بدرفقال اعملواماشئتم فقدغفرت لکم"(۱)
اہل بدر کی حالت تو اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

علامہ ابن حجر العسقلانیؒ (م ۸۵۶ھ) نے لکھا ہے کہ اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اس حدیث میں اخروی احکام سے متعلق بشارت کا ذکر ہے۔(۲)

اگر قرآن مجید نے کسی صحابی کی خطا اور لغزش کا ذکر کیا ہے تو ساتھ ہی اس کی معافی کی خبر بھی دے دی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے سامنے کسی صحابی کی لغزش کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے بھی اس صحابی کے عند اللہ مغفور ہونے کی بشارت دے دی۔

تمام صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو دیکھا جائے تو ان میں سے صرف چند حضرات ایسے ملتے ہیں جن سے لغزش اور غلطیاں ہوئیں۔ ان سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور عین تقاضائے بشریت تھا۔ انبیاء کرامؑ کی طرح صحابہ کرامؓ معصوم عن الخطا نہیں تھے۔ گناہوں سے عصمت صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو ہی لائق ہے۔ صحبت نبوی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو پاک بنا دیا تھا۔ وہ گناہوں پر اصرار کرنے والے نفوس نہیں تھے۔ معصیت کا دانستہ ارتکاب ان سے بعید تھا۔ البتہ بعض صحابہ کرامؓ سے کسی سہو، غلطی یا لغزش کا ہو جانا لازمہ بشریت کے تحت تھا۔ وہ گناہوں سے دور تو تھے لیکن ان سے پاک اور معصوم نہیں تھے۔ یہ مکتبِ نبوی سے فیض اور تربیت کا ہی اثر تھا کہ جب ان میں سے کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو وہ اپنے فعل پر نادم ہوتے اور فوراً اللہ تعالیٰ سے اپنے قصور کی معافی چاہتے۔ قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی اسی خوبی کا

۱۔ صحیح بخاری 'کتاب الجہادوالسیر' باب الجاسوس وقولہ تعالیٰ لاتتخذ وعدوی ۱۲۹/۲' باب اذااضطرالرجل الی النظر ۱۵۶/۲' کتاب المغازی' باب فضل من شہدبدرا ۵۰۷/۲-۵۰۸' کتاب التفسیر' سورة الممتحنة ۹۳۸/۲-۹۳۹' سنن ابی داؤد' کتاب الجہاد' باب فی حکم الجاسوس اذاکان مسلما ۳۰۳/۲' مزید ملاحظہ ہو: سنن الدارمی' کتاب الرقائق ۳۱۳/۲' الاستیعاب لابن عبدالبر ۱۶/۱ تاریخ الامم والملوک للطبری ۱۱۳/۳ ومابعد۔ تفسیرالقرطبی ۳۸/۲۸۔ البحرالزخار للبزاز ۳۰۹/۱' مسندابی یعلی ۲۱۹/۱-۲۲۰

۲۔ فتح الباری لابن حجرالعسقلانی ۲۳۸/۷

ذکر یوں کیا ہے :

"وَالَّذِيْنَ اِذَافَعَلُوْافَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوااللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْاوَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ اُولٰئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَاالْاَنْهَارُخَالِدِيْنَ فِيْهَاوَنِعْمَ اَجْرُالْعَامِلِيْنَ"(۱)

اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو۔ اور وہ کبھی دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزاء ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیسا اچھا بدلہ ہے نیک اعمال کرنے والوں کیلئے۔)

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف خود صحابہ کرامؓ کے قصور معاف فرمادیے بلکہ نبی اکرم ﷺ کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اپنے صحابہ کرامؓ کی خطاؤں سے درگزر فرمایا کریں اور انہیں معاف کردیا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو فرمایا :

"فَبِمَارَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْكُنْتَ فَظًّاغَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَاعَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ"(۲)

اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کیلئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔ ان کے قصور معاف کردو۔ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔ اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو۔ پھر جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے صحابہ کی مغفرت کی دعا فرمائی۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

۱۔ سورۃ آل عمران : ۱۳۵۔۱۳۶

۲۔ سورۃ آل عمران : ۱۵۹

"اللھم ان العیش عیش الاخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ"(۱)
اے اللہ زندگی بے شک آخرت ہی کی زندگی ہے اور میرے اللہ تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

قرآن مجید میں بعض صحابہ کرامؓ کی جو خطائیں بیان کی گئی ہیں وہ ان پر لعن طعن کیلئے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کی مدح و مغفرت اور دوسروں کیلئے وعظ و نصیحت اور تنبیہہ کے مضامین لئے ہوئے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت ہے :

"عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ وَعَفَا عَنۡكُمۡ"(۲)
اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔ مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے در گزر فرمایا۔

قرآن مجید کے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرامؓ سے اندازِ خطاب یوں ہے :

"وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ اَفَا۟ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰٓى اَعۡقَابِكُمۡ"(۳)

۱۔ صحیح بخاری 'کتاب الجہاد والسیر' باب التحریص علی القتال '۲/ ۷۵

۲۔ سورۃ البقرۃ : ۱۸۷۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو لوگ رات کو بھی اپنی عورتوں سے الگ رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ مگر بعض لوگوں نے چپکے سے جماع کر لیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی(صحیح بخاری 'کتاب التفسیر' باب قولہ اُحِلَّ لَكُمۡ لَيۡلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ۔۔۔۔ ۲/ ۷۲٤)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں یہ معمول تھا کہ جب لوگ عشاء کی نماز پڑھ چکتے تو ان پر کھانا پینا اور بیویوں سے جماع حرام ہو جاتا اور یہ روزہ اگلی رات تک چلتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے نفس کے ساتھ خیانت کی اور بیوی سے جماع کر لیا حالانکہ وہ عشاء کی نماز پڑھ چکا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔(سنن ابی داؤ 'کتاب الصیام' باب مبداء فرض الصیام ۲/ ۲۰۰)روایت ہے کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو پیش آیا تھا(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۲۱۔ تفسیر القرطبی ۲/ ۳۱۵

۳۔ سورۃ آل عمران : ۱۴۴۔ یہ آیت غزوہ احد (۳ھ) کے موقع پر نازل ہوئی جب مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور حضرت محمد ﷺ کے شہید ہونے کی افواہ پھیل گئی(تفسیر القرطبی ۴/ ۲۲۱)

محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ ایک رسول ہیں۔ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

"وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ"(۱)

اللہ نے (تائید و نصرت) کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا اور جو نہی کہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلہ میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی معاف کر دیا کیونکہ مومنوں پر اللہ بڑی نظر عنایت رکھتا ہے۔

سورۃ النساء میں ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا"(۲)

۱۔ سورۃ آل عمران: ۱۵۲

۲۔ سورۃ النساء: ۹۴۔اس آیت کے شانِ نزول کے بیان میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان کسی جہاد سے واپس آرہے تھے۔انہیں راستہ میں ایک چرواہا ملا تو اس نے مسلمانوں سے "السلام علیکم" کہا۔مسلمانوں نے اس کو مار ڈالا اور کہا کہ اس نے سلام اس لئے کیا تاکہ قتل سے بچ جائے۔انہوں نے چرواہے کہ بکریاں بھی چھین لیں (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ولا تقولوا لمن ۲/ ۶۴۷۔جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النساء ۲/ ۳۵۸۔۳۵)اس آیت کے واقعہ میں قاتل کے متعلق پانچ اقوال ہیں اسامہ بن زید، المقداد، ابوالدردا، عامر بن الاضبط اور الاشجعی اور محلم بن جثامة الليثی۔ملاحظہ ہو: تفسیر الفخر الرازی ۱۱/ ۳ ومابعد، تفسیر القرطبی ۵/ ۳۳۶ ومابعد، تفسیر زاد المسیر لابن الجوزی ۲/ ۱۷۱، تفسیر البغوی ۱/ ٤٦٦، تفسیر الماوردی ۱/ ۵۲۱، تاریخ الامم والملوک للطبری ۳/ ۱۷۳

اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے نکلو تو دوست دشمن میں تمیز کرو اور جو تمہاری طرف سلام سے بڑھے تو فوراً نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اگر تم دنیوی فائدہ چاہتے ہو تو اللہ کے پاس تمہارے لئے بہت سے اموال غنیمت ہیں۔ آخر اسی حالت میں تم خود بھی تو اس سے پہلے مبتلا رہ چکے ہو۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔لہذا تحقیق سے کام لو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَسْئَلُوْاعَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤکُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْاعَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَلَکُمْ ۔عَفَااللّٰہُ عَنْھَا۔وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ"(۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو' ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں لیکن اگر تم انہیں ایسے وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اسے اللہ نے معاف کر دیا۔وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔

۱۔ سورۃ المائدہ :۱۰۱۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے بطور مذاق رسول اللہ ﷺ سے کچھ باتیں پوچھیں۔ ایک نے پوچھا میرا باپ کون ہے۔ایک نے کہا میری اونٹنی گم ہو گئی ہے وہ کہاں ہے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی(صحیح بخاری 'کتاب التفسیر'باب قولہ تسئلوا عن اشیاء ۷۷۷/۲)حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا میرا باپ کون ہے' آپ نے فرمایا : فلاں شخص تیرا باپ ہے۔اسے لوگ حرامی کہتے تھے۔ آپ نے اس کا نام بتایا جس کی طرف وہ منسوب کیا جاتا تھا۔(صحیح بخاری' کتاب التفسیر'باب قولہ لَاتَسْئَلُوْاعَنْ اَشْیَاء ۷۷۷/۲)جامع ترمذی 'ابواب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ المائدہ ۲/۵۷۳)حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ"(آل عمران :۹۷)نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا : اے اللہ کے رسول کیا ہر سال حج فرض ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ تک یہ آیت نازل ہوئی۔(جامع ترمذی'ابواب التفسیر'باب ومن سورۃ المائدہ ۳۷۴/۲)حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور روایت ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بحیرۃ'سائبۃ'وصیلۃ اور حام کے بارے میں پوچھا تھا۔یہ اونٹوں کی مختلف اقسام کے نام ہیں(تفسیر القرطبی ۳۳۱/۵)

سورۃ التوبۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ- ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ "(۱)

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا گھمنڈ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کیلئے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو) کہ اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بخش دیتا ہے۔ اللہ در گزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں سورۃ التوبۃ میں فرمایا :

"وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"

اور کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک

۱۔ سورۃ التوبۃ : ۲۵ تا ۲۷ "مواطن کثیرۃ" سے مراد مقامات حرب ہیں۔ مثلاً بدر، قریظہ، النضیر، الحدیبیہ، خیبر اور فتح مکہ، بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ مقامات ۸۰ ہیں (تفسیر النہر الماد لابی حبان ۹۸۸/۱۔ تفسیر البحر المحیط لابی حبان ۲٤/۵) یہ آیت غزوہ حنین (۸ھ) کے بارے میں ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار سے لے کر پندرہ ہزار تک تھی جبکہ کفار کی تعداد صرف چار ہزار تھی۔ بعض صحابہ نے اپنی کثرت پر غرور کرتے ہوئے کہا آج ہمیں کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ تفصیل ملاحظہ ہو : صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قوله تعالیٰ ویوم حنین ٦٤٠/٢۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوه حنین ٥٠/٥ تا ٥٤، السیرة النبویة لابن کثیر ٦١٠/٣، تفسیر القرطبی ٩٦/٨ ومابعد تفسیر الفخر الرازی ٢٢/٨ ومابعد)

ہے اور کچھ بد۔بعید نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والااور رحم فرمانےوالا ہے۔(۱)

''وَعَلَى الثَّلَاثَةِالَّذِيْنَ خُلِّفُوْاحَتّٰى اِذَاضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَارَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْااَنْ لَامَلْجَاَمِنَ اللّٰهِ اِلَّااِلَيْهِ۔ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَالتَّوَّابُ الرَّحِيْمُ''(۲)

اور ان تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان ربار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کیلئے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامنِ رحمت کے سوا نہیں ہے۔ تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

۱۔ سورۃ التوبۃ: ۱۰۲۔یہ ان صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے جو غزوہ تبوک(۹ھ) میں سستی کی وجہ سے شامل نہ ہوئے اور پیچھے رہ گئے۔انہوں نے جھوٹ نہیں بولا اور اپنے قصور کا اعتراف کر لیا تھا۔کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد دس تک تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ابو لبابہ کے بارے میں ہے جنہوں نے غزوہ بنو قریظہ کے محاصرہ کے دوران بنو قریظہ کو ان خلاف رسول اللہ ﷺ کے اقدام(قتل) کے بارے میں اشارہ دیا تھا۔ تفصیل ملاحظہ ہو:
السيرةالنبويةلابن هشام٣/٢٤٧ومابعد۔السيرة النبويةلابن كثير٣/٢٢٩، تفسيرالفخرالرازى١٦/١٧٩،تفسيرابن كثير٢/٣٨٦،تفسيرالطبرى ١١/١١ ومابعد۔المحررالوجيزلابن عطية٨/٢٦٤،زادالمسيرلابن الجوزى٢/٣٤٣ ومابعد،تفسيرالقرطبى ٨/٢٤٢ومابعد،تاريخ الامم والملوك للطبرى٣/٥٣

۲۔ سورۃ التوبۃ: ۱۱۸۔یہ تین حضرات صحابہ کرامؓ یہ تھے۔حضرت کعب بن مالکؓ، مرارۃ بن ربیعؓ اور حضرت بلال بن امیہ، یہ بھی غزوہ تبوک(۹ھ) میں شریک نہ ہو سکے۔اللہ کے رسول کے سامنے کوئی بہانہ نہ کیا بلکہ اپنے قصور کا اعتراف کر لیا تھا۔ان کے واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو:
صحيح بخارى 'كتاب المغازى' باب حديث كعب بن مالك ٢/٦٨٥ تا٦٩٢'كتاب التفسير' باب قوله وعلى الثلاثة٢/٨٠٨' سنن ابى داؤد' ابواب الجهاد' باب فى اعطاء البشير٢/٣٥٥ ومابعد' السيرة النبوية لابن هشام' ٤/١٦٢۔السيرة النبويةلابن كثير٤/١١'تاريخ الامم والملوك للطبرى٣/١٤٨'تفسير القرطبى٨/٢٨٢'تفسير الطبرى١/٤١ومابعد)

سورۃ الجمعۃ کی ایک آیت ہے :

"وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ"(۱)

اور جب انہوں نے تجارت اور کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور تمہیں کھڑا چھوڑ دیا۔ ان سے کہو جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کو دنیا کی تجارت اور کھیل تماشے کی طرف لپکنے اور اللہ کے رسول ﷺ کو کھڑا چھوڑنے پر سرزنش کی گئی ہے اور انہیں تعلیم دی گئی ہے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دنیا کی تجارت اور کھیل تماشے سے بہتر ہے۔

۱۰۔ صحابہ کرامؓ کی توبہ کی فضیلت

جس صحابی نے اپنے قصور کی اللہ تعالیٰ سے توبہ کی، نبی اکرم ﷺ نے اس توبہ کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

مثلاً حضرت ماعز بن مالکؓ کی توبہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"لقد تاب توبة لو قسمت بين امة لوسعتهم"(۲)

اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ توبہ ایک امت کے لوگوں میں بانٹی جائے تو وہ سب کو کافی ہو جائے۔

یہ حدیث حضرت بریدہؓ سے مروی ہے :

۱۔ سورۃ الجمعۃ : ۱۱۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ غلہ کی کمی ہو گئی بھوک بڑھ گئی، قیمتیں چڑھ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ فرما رہے تھے۔ اتنے میں ملک شام سے غلہ سے لدے اونٹوں کا قافلہ آیا۔ صحابہ خطبہ چھوڑ کر اس قافلے کی طرف لپکے۔ انہوں نے گمان کیا کہ جمعہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس صرف بارہ چودہ تک صحابہ کرامؓ رہ گئے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ تفصیل ملاحظہ ہو : صحيح بخاري، كتاب الجمعة، باب اذا نفر الناس عن الامام ۱/۳۸۷ ومابعد، صحيح مسلم، كتاب الجمعة ۲/۳۲۲، تفسير عبدالرزاق ۲/۲۳٤، تفسير القرطبي ۲۸/۶۷ ومابعد، ۱۸/۱۱۰ ومابعد تفسير ابن كثير ۳/۳۶۸، تفسير الفخر الرازي ۳۰/۱۰، تفسير البغوي ٤/۳٤۵ ومابعد

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنا ۴/۳۲۶، شرح السنۃ للبغوی ۱۰/۲۹۳

قبیلہ غامد کی ایک عورت کی توبہ کے بارے میں حضرت بریدہؓ ہی سے مروی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"فوالذی نفسی بیدہ لقد تابت توبۃلوتابھاصاحب مکس لغفرلہ"(۱)

قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز محصول لینے والا ایسی توبہ کرے تو اس کا گناہ بھی بخش دیا جائے۔

قبیلہ جہینہ کی ایک عورت کی توبہ کے بارے میں حضرت عمران بن حصین نبی اکرم ﷺ کے الفاظ روایت کرتے ہیں :

"لقدتابت توبة لوقسمت بین سبعین من اهل المدینة لوسعتهم وهل وجدت توبة افضل من ان جاء ت بنفسهاللّٰہ تعالیٰ"(۲)

اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو سب کیلئے کافی ہو جائے۔ اور تو نے اس سے بہتر کون سی توبہ دیکھی کہ اس نے اپنی جان خدا کے واسطے دے دی۔

حضرت وائلؓ کی روایت میں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کی توبہ کے بارے میں فرمایا :

"لقدتاب توبة لوتابهااهل المدینة لقبل منهم"(۳)

اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر اہل مدینہ ایسی توبہ کرتے تو ان سے قبول کرلی جاتی۔

عدالتِ صحابہ کرامؓ

لفظ "عدالت" "عَدَلَ یَعْدُلُ عَدْلُ" سے مصدر ہے یعنی عادل ہونا۔(۴)

علامہ ابن منظورؒ (م ۷۱۱ھ) نے "لسان العرب" میں لکھا ہے :

۱۔ صحیح مسلم کتاب الحدود باب حد الزنا ۴/ ۳۲۸۔مزید ملاحظہ ہو : مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۵۳۷۔مسند احمد بن حنبل ۵/ ۳۴۸

۲۔ صحیح مسلم کتاب الحدود باب حدالزنا ۴/ ۳۲۹۔مسند احمد بن حنبل ۴/ ٤٣٥، ٤٣٧، ٤٤٠ سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی المراۃ التی امرالنبی ﷺ برجمها ۳/ ۳٤٥ سنن نسائی کتاب الجنائز باب الصلوٰة علی المرجوم ۱/ ۵۹۸

۳۔ مسند احمد بن حنبل ۶/ ۳۹۹

۴۔ لسان العرب لابن المنظور ۱۱/ ۴۳۱

"والعدالة والعُدولة والمَعْدِلة والمعدلة كله: العدل"(۱) 'العدل: ماقام فی النفوس انه مستقیم وھوضرر الجور' عدل الحاکم فی الحکم یعدل عدلا وھوعادل من قوم عدول وعدل۔ العدل: ھوالذی لا یمیل به الھوی فیجورفی الحکم" والعدل: الحکم بالحق"(۲)

علامہ ابن منظورؒ (م۷۱۱ھ) کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ عدل وہ چیز ہے جس سے نفوس صحیح وسلیم رہتے ہیں اور جس سے انسان خواہشات نفس کی طرف مائل نہیں ہوتا کہ کوئی فیصلہ کرنے میں ظلم کرے۔ عدل کی ضد ظلم وجور ہے۔

لغت میں "العدل" کے ایک سے زیادہ معانی ہیں۔ مثلاً:

الرضا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَشْهِدُوْاذَوِیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ"(۳)

امام بخاریؒ (م۲۵۶ھ) نے بھی اسی مفہوم میں "صحیح بخاری" میں باب باندھا ہے "باب الشهداء عدول"(۴)

"التوسط فی الامرمن غیرزیادة ولانقصان"(۵)

یعنی بغیر کسی زیادتی یا نقصان کے کسی کام میں درمیانی راہ "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا"(۶)

الفدیة(۷): اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ"(۸)

الاشراک: قرآن مجید کی آیت ہے "ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ"(۹)
يَعْدِلُوْنَ ای يُشْرِكُوْنَ(۱۰)

مساوات(۱۱) قرآن میں ہے: اَوْعَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا(۱۲)

۱۔ لسان العرب لابن المنظور ۱۱/ ۴۳۱ ۲۔ حوالہ بالا ۱۱/ ۴۳۰
۳۔ سورۃ الطلاق: ۲
۴۔ صحیح بخاری کتاب الشھادات ۱/ ۹۰۸
۵۔ شرح الکوکب المنیر لابن النجار ۲/ ۳۸۳ ۶۔ سورۃ البقرۃ: ۱۴۳
۷۔ لسان العرب لابن المنظور ۱۱/ ۴۳۱
۸۔ سورۃ البقرۃ: ۴۸ ۹۔ سورۃ الانعام: ۱
۱۰۔ لسان العرب لابن المنظور ۱۱/ ۴۳۱
۱۱۔ معجم لغۃ الفقہاء ص ۳۰۷ ۱۲۔ سورۃ المائدۃ: ۹۵

الکیل (ماپنے کا آلہ)   الاستقامۃ"(۱)

عبدالوھاب عبداللطیف نے "تدریب الراوی" کے حاشیہ میں "عدالت" کے چند معانی اوراس کے چند استعمالات بیان کیے ہیں (۲)

۱۔ ظلم وجور کا مقابل۔لھذا یہ کہا جاتا ہے کہ حکمران عادل ہے یعنی وہ معاملات میں اور حقوق کو مستحقین تک پہنچانے میں انصاف سے کام لیتا ہے۔

۲۔ فسق اور نافرمانی کی ضد جس کی تفسیر تقوی سے کی جاتی ہے۔

۳۔ عصمت یعنی گناہوں اور نافرمانی سے مکمل اجتناب کی استطاعت حاصل ہونا۔ یہ صفت صرف انبیاء کرام اور ملائکہ ہی میں ہوتی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے خاص کرم ولطف سے اور بغیر کسی ملکہ وطاقت کے گناہ وخطاء سے محفوظ ہونا۔ یہ خوبی اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہے۔

۵۔ صرف اجتہاد میں غلطی سے محفوظ ہونا جیسا کہ بعض لوگوں نے مہدی منتظر کے بارے میں کہا ہے۔

۶۔ روایت کرنے میں دانستہ جھوٹ سے اجتناب کرنا اور ایسی غلطی سے بچنا جو روایت کو مردود کردے۔ پس صحابہ کرامؓ سے گناہ صادر نہیں ہوتا اگر ایسا ہو بھی تو ان کی روایت کی قبولیت پر اثرانداز نہیں ہوتا۔

عدالت کی اصطلاحی تعریف

علماء نے "عدالت" کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل پیرائے اختیار کیے ہیں مثلاً:

علامہ بزدویؒ (م ۴۸۲ھ) عدالت کی تعریف میں لکھا ہے:

"ھوالانزجارعن محظورات دینہ لیثبت بہ رجحان الصدق فی خبرہ"(۳)

یہ دین کے ممنوعات سے بچنے کا نام ہے تاکہ اس سے راوی کی خبر میں سچائی کے میلان کا اثبات ہو

علامہ سرخسیؒ (م ۴۹۰ھ) فرماتے ہیں:

عدالت استقامت کا نام ہے۔جب کوئی شخص انصاف میں اور حق کے ساتھ فیصلہ

۱۔ معجم متن اللغۃ ۴/ ۷۴

۲۔ تدریب الراوی للسیوطی ۲/ ۳۱۵

۳۔ کشف الاسرار لعبدالعزیز البخاری ۲/ ۲۹۷

کرنے میں راست روی کا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اسے عادل کہا جاتا ہے۔ عدالت کی ضد ظلم ہے

علامہ سرخسیؒ (م ۴۹۰ھ) عدالت کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔ ظاہرہ اور باطنہ۔ ظاہری عدالت دین اور عقل سے ثابت ہوتی ہے جس میں یہ دونوں چیزیں ہوں گی وہ ظاہری طور پر عادل ہے کیونکہ یہ دونوں اسے استقامت پر اٹھائے رکھتی ہیں۔ جبکہ باطنی عدالت انسان کے معاملات کو دیکھے بغیر معلوم نہیں کی جا سکتی۔ اس بارے میں کسی آخری حد پر وقوف ممکن نہیں کیونکہ ان دونوں اقسام کے حوالے سے لوگوں کے درمیان تفاوت پائی جاتی ہے۔ لیکن جو شخص حرام کے ارتکاب سے باز رہے وہ استقامت کے راستہ پر ہے۔ اسی عدالت کی بنا پر کسی خبر کی روایت کے حجت ہونے کا حکم لگایا جائے گا)(۱)

امام غزالی (م ۵۰۵ھ) عدالت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"العدالة عبارة عن استقامة السيرة والدين ويرجع حاصلهاالی هيئة راسخة فی النفس تحمل علی ملازمة التقوی والمرة جميعاً حتی تحصل ثقة النفوس بصدقة"(۲)

یعنی عدالت دین میں استقامت سے عبارت ہے اور اس کے نتیجہ میں نفس میں ایسی ہیئت راسخ پیدا ہو جاتی ہے جو نفس کو تقوی اور مروت کے لازم پکڑنے پر آمادہ کرتی ہے حتی کہ اس کی سچائی سے نفوس کو ثقاہت حاصل ہو جاتی ہے۔

قاضی بیضاوی (م ۶۸۵ھ) نے لکھا ہے:

"العدالةهی ملكة فی النفس تمنعهاعن اقتراف الكبائروالرذائل المباحة"(۳)

عدالت سے مراد کسی شخص میں وہ عادت ہے جو اسے کبائر اور گھٹیا مباحات کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔

علامہ نسفیؒ (م ۷۱۰ھ) کہتے ہیں:

"اعلم ان العدالةهيئةراسخةفی النفس تحملهاعلی الاجتناب عماهومحظوردينه"(۴)

عدالت کسی شخص میں اس پختہ کیفیت کو کہتے ہیں جو اسے دین کے حرام کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے۔

۱۔ اصول السرخسی ۱/۳۵۰۔۳۵۱

۲۔ المستصفیٰ للغزالی ،ص:۱۲۵

۳۔ الابهاج فی شرح المنهاج علی السبكی ۲/۳۱۴

۴۔ كشف الاسرارللنسفی ۲/۲۱

علامہ صدر الشریعہؒ (م ۷۴۷ھ) نے عدالت کی تعریف میں لکھا ہے:

"العدالة:فهی الاستقامة وهی الانزجارعن محظورات دينه وهی متفاوتة واقصاهاان يستقيم كماامروهولايكون الافی النبی عليه السلام فاعتبرمالا يؤدی الی الجرح وهو رجحان جهة الدين والعقل علی الهوی الشهوة"(۱)

عدالت استقامت کو کہتے ہیں اور استقامت نام ہے دین کے ممنوعات سے باز رہنے کا۔ اور اس میں فرق وتفاوت پایا جاتا ہے۔ عدالت کی انتہائیہ ہے کہ وہ استقامت دکھائی جائے جیسے حکم دیا گیا ہے۔ ور اور یہ عدالت صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی میں پائی جاسکتی ہے۔ عدالت جرح کی طرف لے کر نہیں جاتی اور جرح انسان کا دین اور عقل کی جہت سے خواہشات نفس اور شہوات کی طرف رجحان رکھنے کا نام ہے۔

علماء کی مندرجہ بالا تعریفوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدالت سے مراد ہے دین میں استقامت اور راست روی دکھانا' اوراو امر الٰہی کا اتباع کرنا' نواہی اور محظورات دین کے ارتکاب سے باز رہنا' کبائر(۲) سے اجتناب کرنا بلکہ وہ ادنیٰ اور گھٹیا امور جو مباحات میں سے ہیں وہ بھی سرزد نہ ہوں۔

۱۔ التوضیح ۲/ ۴۲۵۔۴۲۶

۲۔ احادیث کی روشنی میں کبائر مندرجہ ذیل امور ہیں:

شرک' سحر یعنی جادو کرنا' ناحق قتل انسانی' سود خوری' یتیم کا مال کھانا' جہاد سے فرار' پاک دامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا' والدین کی نافرمانی' جھوٹی گواہی' والدین کو گالی دینا' بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا۔ (ملاحظہ ہو: صحيح بخاری' كتاب الوصايا' باب قوله تعالیٰ:ان الذين ياكلون اموال اليتامی ۲/ ۵۲' صحيح مسلم' كتاب الايمان' باب الكبائرو اكبرها ۱/ ۱۸۰۔۱۸٤۔ سنن ابی داؤد' كتاب الوصايا' باب ماجاء فی تشديدفی اكل مال اليتيم ۲/ ۳۸۹' سنن نسائی' كتاب الوصايا' باب اجتناب اكل مال اليتيم ۲/ ٤٦١۔

بعض نے چوری' شراب نوشی' زنا' لواطت' جھوٹی قسم' ڈکیتی' غیبت جوا کو بھی کبائر میں شمار کیا ہے۔

ملاحظہ: التوضيح والتلويح ۲/ ٤٣٦' شرح الكوكب المنيرلابن النجار ۲/ ۳۸٤' كشف الاسرارالنسفی مع شرح نورالانوار ۲/ ۲۱' قاضی عياض (م ٥٤٤ھ) نے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہنے کو بھی کبائر میں شمار کیا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ۱۶/ ۹۳) حاشیہ جاری۔۔۔

عدالت صحابہ کرامؓ سے مراد

عدالت صحابہ کرامؓ سے مراد یہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عدول ہیں۔ان کی ذات ہر قسم کی جرح و تعدیل سے بالا ہے۔دین کے معاملہ میں ان کی روایات اور شہادتوں کو من و عن قبول کیا جائے گا۔حضرات صحابہ کرامؓ نے دینی ورثہ کو نبی اکرم ﷺ سے لے کر دوسروں تک منتقل کرنے میں انتہائی درجہ کی احتیاط اور کمال دیانت داری سے کام لیا۔وہ روایتِ دین کے کام میں کذب اور کمی وزیادتی کے دانستہ و عمداً مرتکب نہیں ہوئے۔نبی اکرم ﷺ سے متصل ہر روایت کی قبولیت کیلئے اس کی سند کے تمام رجال پر جرح و تنقید کی جائے گی'ان کے احوال کا جائزہ لیا جائے گا۔ان کے کردار کا تزکیہ کیا جائے گا اور ان کے عدول ہونے کی تحقیق کی جائے گی سوائے صحابہ کرامؓ کے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

علامہ نووی (م ۶۷۶ھ) نے کبیرہ گناہ کی تعریف میں علماء کے اقوال جمع کیے ہیں :

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔اس کا کرنا کبیرہ ہے۔قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) نے اسے محققین کا مذہب لکھا ہے۔حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر اللہ نے جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب یا کوئی اور اس جیسا لفظ فرمایا ہو۔حضرت حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔بعض نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر اللہ نے آخرت میں جہنم اور دنیا میں کسی سزا (حد) کی وعید سنائی ہو۔

امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں انسان جو گناہ ہلکا سمجھ کر کرتا ہے اور اس سے ڈرتا نہیں اور نہ ہی شرمندہ ہوتا ہے وہ کبیرہ ہے اور جس سے اس کو ندامت ہوتی ہے اور آئندہ بچنے کا ارادہ ہوتا ہے وہ کبیرہ نہیں۔

علامہ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) نے فرمایا: کبیرہ گناہ کی کئی نشانیاں ہیں :ایک یہ کہ اس میں حد ہو (جیسے زنا'چوری'شراب خوری'قذف وغیرہ) دوسری یہ کہ اس پر جہنم کے عذاب کی وعید ہو۔ تیسری یہ کہ اس کے کرنے والے کو فاسق کہا ہو۔چوتھی یہ کہ اس پر لعنت کی ہو۔ملاحظہ ہو :

صحیح مسلم بشرح النووی'کتاب الایمان'باب الکبائر واکبرھا ۸۳/۲ ومابعدہ۔جبکہ صغائر کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ان سے مراد ہر وہ ممنوع قول یا فعل ہے جس کے ارتکاب پر دنیا میں کوئی حد نہیں اور نہ ہی آخرت میں اس پر کوئی وعید ہے (شرح الکوکب المنیر لابن النجار ۳۸۸/۲)

مستثنیٰ ہیں۔ صحابہؓ ثقہ وعدول مانتے ہوئے ان کی روایات کو قبول کیا جائے گا۔(۱)

کیا "الصحابة کلهم عدول" پر اجماع ہے یا یہ جمہور کا قول ہے؟

علامہ جوینی (م ۴۷۸ھ) نے اور علامہ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) نے تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے پر اجماع بیان کیا ہے (۲)

علامہ ابن الصلاح "علوم الحدیث" میں لکھتے ہیں :

"ثم ان الامة مجمعة علی تعدیل جمیع الصحابة"(۳)
یعنی تمام صحابہ کرامؓ کی تعدیل پر پوری امت کا اجماع ہے۔

مندرجہ دونوں علماء کے علاوہ دیگر علماء نے تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے کو جمہور کا موقف قرار دیا ہے۔

۱۔ احکام الفصول للباجی، ص۳۰۳، الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم ۸۹/۵، الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی ۱۲۸/۲، الکفایة للخطیب البغدادی ص۴۶، المنخول للغزالی، ص۲۶۶، التقریب للنووی، ص۳۴، نهایة الوصول الارموی ۲۹۰۴/۷، شرح مختصر الروضة الطوفی ۲/، تدریب الراوی للسیوطی ۲۱۴/۲، الاستیعاب لابن عبدالبر ۳۸/۱، علوم الحدیث لابن الصلاح، ص۲۶۴، المستصفیٰ للغزالی، ص۱۳۰، البحر المحیط للزرکشی ۲۹۹/۴، ارشاد الفحول للشوکانی، ص۱۰۵، العواصم والقواصم لابن الوزیر ۳۶۹/۱، تیسیر التحریر لامیر بادشاہ ۶۴/۳، جامع الاصول لابن الاثیر ۷۳/۱، حاشیه البنانی ۱۶۷/۲، شرح الکوکب المنیر لابن النجار ۴۷۳/۲، الاصابة لابن حجر العسقلانی ۱۰/۱، فتح المغیث للسخاوی ۹۳/۴، روضة الناظر لابن قدامة ۳۰۰/۱، التقیید والاحضاح للعراقی، ص۳۰۱، جامع المعقول والمنقول للقلبولی ۵۵/۱، توضیح الافکار للصنعانی ۱۹۰/۲، کشف الاسرار لعبدالعزیز البخاری ۷۰۸/۲، الباعث الحثیث لاحمد شاکر، ص۱۸۱

۲۔ البحر المحیط للزرکشی ۲۹۹/۴۔ علوم الحدیث لابن الصلاح، ص۲۶۵، ارشاد الفحول للشوکانی، ص۱۰۵، شرح الکوکب المنیر ۴۷۳/۲، التقیید والایضاح للعراقی، ص۳۰۱

۳۔ علوم الحدیث لابن الصلاح، ص۲۶۵

علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے "الاستیعاب" میں کہا ہے کہ اہلِ حق یعنی اہلِ سنت والجماعت کے اجماع سے تمام صحابہ کرامؓ عدول ہیں(۱) علامہ ابن عبدالبر نے عدالتِ صحابہؓ پر اجماع کو امت کی بجائے اہل سنت والجماعت کا اجماع قرار دیا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت (۲) کو ہی اہل حق کہا ہے۔

علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)' علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) اور علامہ سخاوی (م ۹۰۲ھ) نے بھی "الصحابة کلهم عدول" کو اہل سنت والجماعت کا قول قرار دیا ہے۔ (۳)

علامہ ابن الاثیر (م ۶۰۶ھ)' علامہ ابن حاجب (م ۶۳۰ھ) علامہ آمدی (م ۶۳۱ھ) علامہ تاج الدین سبکی (م ۷۷۱ھ) علامہ ابن اللحام (م ۸۰۳ھ) اور علامہ ابن الھمام (م ۸۶۱ھ) نے تمام صحابہ کرامؓ کی تعدیل کو اکثر اور جمہور کی رائے بیان کیا ہے۔ (۴)

امام غزالی (م ۵۰۵ھ) اور علامہ ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) نے فرمایا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کا عدول ہونا سلف الامت اور جمہور الخلف کا قول ہے۔ (۵)

۱۔ الاستیعاب لابن عبدالبر ۱/۳۸

۲۔ چوتھی صدی ہجری میں علمائے حق کیلئے اہل السنة والجماعة کی اصطلاح عام ہوئی تھی۔ امام ابوالحسن الاشعری کو امام اہل السنّت والجماعت کا لقب دیا گیا۔ سنت سے مراد نبی اکرم ﷺ کا طرز زندگی ہے اور جماعت سے مراد صحابہ کرامؓ کا گروہ ہے۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت سے مرادہ وہ افراد ہیں جو اپنے اعتقادات' اعمال اور مسائل میں سنتِ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے آثار کو اساس بناتے ہیں۔

۳۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث لابن کثیر' احمد محمد شاکر' ص ۱۸۱' الاصابة لابن حجر العسقلانی ۱/۱۰' فتح المغیث للسخاوی ۴/۹۳

۴۔ جامع الاصول لابن الاثیر ۱/۷۳' ارشاد الفحول للشوکانی' ص ۱۰۵' الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی ۲/۱۲۸' حاشیة البنانی ۲/۱۶۷' تیسیر التحریر لامیر بادشاه ۳/۶۴' المختصر فی اصول الفقه علی مذهب الامام احمد بن حنبل لابن اللحام' ص ۸۸

۵۔ المستصفیٰ للغزالی' ص ۱۳۰' روضة الناظر لابن قدمة ۱/۳۰۰' البحر المحیط للزرکشی ۴/۲۹۹' ارشاد الفحول للشوکانی' ص ۱۰۵

علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے کہا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے کی مخالفت سوائے چندبد عتی لوگوں کے کسی اور نے نہیں کی۔وہ "الاصابۃ" میں لکھتے ہیں :

"اتفق اهل السنة علی ان الجمیع عدول ولم یخالف فی ذلک الاشذوزمن المبتدعة"(۱)

اہل سنت میں اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عدول ہیں اور اس بارے میں سوائے چندبد عتی لوگوں کے کسی نے مخالفت نہیں کی۔

تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے پر شروع شروع میں پوری امت کا اجماع تھا جیسا کہ امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) اور علامہ ابن قدامۃ (م ۶۰۲ھ) نے فرمایا ہے۔لیکن بعد میں چندبد عتی لوگوں نے، جن کی طرف علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے اشارہ فرمایا ہے، اس بات سے اختلاف کیا تو یہ قول جمہور یا اہل سنت وجماعت کا قول بن گیا۔دین میں اختراع کرنے والے اور سلف کے اجماع کی مخالفت کرنے والے ان چند افراد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔لہذا تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ علامہ جوینی (م ۴۷۸ھ) اور علامہ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) نے فرمایا ہے اور جیسا کہ سلف امت کا اس بات پر اجماع تھا۔

عدالت صحابہ کرامؓ پر قرآنی دلائل

قرآن مجید کی متعدد نصوص عدالتِ صحابہ کرامؓ پر دلالت کرتی ہیں۔قرآن مجید اس بات پر شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے راضی ہے۔صحابہ کرامؓ خیر امت اور امتِ وسط ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب، اس سے مدد یافتہ، کفر فسق اور نافرمانی سے متنفر، ہدایت یافتہ، فلاح یافتہ، راستباز اور سچے مومن ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور خوشنودی کے متلاشی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت پر کمر بستہ رہنے والے تھے۔ان کیلئے اجر اور مغفرت ہے اور وہ روزِ قیامت رسوائی سے محفوظ ومامون ہیں۔صحابہ کرامؓ کے بارے میں چند قرآنی شہادتیں ملاحظہ ہوں :

اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے راضی ہے : قرآن مجید کی آیت ہے :

"وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِوَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْاعَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَاالْاَنْهَارُخَالِدِیْنَ فِیْهَااَبَدًا۔

۱۔ الاصابة فی تمیزالصحابة ابن حجرالعسقلانی ۱۰/۱

ذٰلِکَ الْفَوْزُالْعَظِیْمُ"(۱)

وہ مہاجروانصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی نیز وہ جوراستبازی کیساتھ ان کے پیچھے آئے 'اللہ ان سے راضی ہوااور وہ اللہ سے راضی ہوئے 'اللہ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کرر کھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے 'یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

ایک اور جگہ پر فرمان الٰہی ہے :

"اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِنْہُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَاالْاَنْھَارُ خَالِدِیْنَ فِیْھَا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْاعَنْہُ'اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَااِنَّ حِزْبُ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"(۲)

یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو اللہ کی پارٹی والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

ایک اور موقع پر صحابہ کرامؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"لَقَدْرَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْیُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَافِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًاقَرِیْبًا"(۳)

اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے۔ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا اس لئیے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی۔

مندرجہ بالا آیات اس بات پر دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرامؓ سے راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں اور نافرمانوں سے راضی نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرامؓ سے راضی ہونا ان کی عدالت پر دلالت کرتا ہے۔

۱۔ سورۃ التوبۃ رالبراءۃ : ۱۰۰

۲۔ سورۃ المجادلۃ : ۲۲.

۳۔ سورۃ الفتح : ۱۸

صحابہ کرامؓ بہترین راستہ پر گامزن تھے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ"(۱)

اے نبی ﷺ) تم ان سے صاف کہہ دو کہ "میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف تمہیں بلاتا ہوں۔ میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"يعني اصحاب مع كانوا على احسن طريقة واقصد هداية' معدن العلم وكنز الايمان وجند الرحمن"(۲)

بہترین گروہ: ایک آیت قرآنی ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"(۳)

اَب دنیا میں) وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کیلئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت کے اولین مخاطبین حضرات صحابہ کرامؓ ہیں۔ امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) نے "المستصفیٰ" میں اور علامہ آمدیؒ (م ۶۳۱ھ) نے "الاحکام فی اصول الاحکام" میں لکھا ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں خطاب صحابہ کرامؓ سے ہے۔(۴)

امت وسط: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا"(۵)

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک "امت وسط" بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

۱۔ سورۃ یوسف: ۱۰۸

۲۔ تفسیر البغوی ۱/ ۴۵۳

۳۔ سورۃ آل عمران: ۱۱۰

۴۔ المستصفیٰ للغزالی' ص ۱۳۰' الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی ۲/ ۱۲۹

۵۔ سورۃ البقرۃ: ۱۴۳

علامہ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) نے "علوم الحدیث" میں لکھا ہے کہ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت صحابہ کرامؓ کے بارے میں وارد ہوئی ہے (۱)

علامہ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) آیات "کُنتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ" اور "وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا" کے تحت لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ لفظ عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ صحابہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ صحابہؓ کے علاوہ دوسرے کے بارے میں نہیں۔ (۲)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو امتِ وسط بنایا ہے "وسطاً" سے مراد "عدولا" ہے (۳)

علامہ الباجیؒ (م ۴۷۴ھ) نے "احکام الفصول فی احکام الاصول" میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاس" اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو لوگوں پر گواہ بنایا ہے۔ اور اس سے مراد صحابہ کرامؓ کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو صحابہ کرامؓ پر گواہ نہیں بنایا۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کی عدالت کے بارے میں شہادت لوگوں سے طلب نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص اس سے منع کرتی ہے بلکہ شہادت نبی ﷺ سے لی جائے گی اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کی عدالت کی خبر دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"فجعلھم شھداء علی الناس ومعلوم ان المرادبه غیرھم' ولم یجعل الناس شھداء علیھم' فلا یطلب الشھادۃ من الناس بعدالتھم 'لان نص الکتاب قد منع من ذلک انما یطلب ذلک من الرسول ﷺ وقداخبرعن عدالتھم" (۴)

علامہ الشاطبیؒ (م ۷۹۵ھ) نے کہا ہے کہ اس آیت سے صحابہ کرامؓ کی مطلق عدالت ثابت ہوتی ہے (۵)

۱۔ علوم الحدیث لابن الصلاح' ص ٢٦٤

۲۔ الکفایة فی علم الروایة للخطیب البغدادی' ص ٤٦

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی ١٢٩/٢ ۔ شرح مختصر الروضة للطوفی ١٨١/٢ ۔ الموافقات للشاطبی ٧٦/٤

۴۔ احکام الفصول فی احکام الاصول للباجی' ص ٣٠٤

۵۔ الموافقات للشاطبی ٧٤/٤

علامہ الشاطبی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ خطاب امت کیلئے عام ہے اور صحابہ کیلئے خاص نہیں ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ ہی خاص طور پر اس آیت کے مخاطبین ہیں اور اس خطاب میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کے بعد والے لوگ شامل نہیں ہیں سوائے یہ کہ قیاس اور کوئی دوسری دلیل ہو۔ صحابہ کرامؓ ہی سب سے پہلے اس خطاب کے شمول میں داخل ہیں۔ انہوں نے ہی وحی کو براہ راست رسول اللہ ﷺ سے لیا تھا۔ پھر صحابہ کرام کو جن اوصاف سے متصف کیا گیا ہے کسی اور کو اتنے کمال کے ساتھ متصف نہیں کیا گیا۔ صحابہ کرامؓ سے ان اوصاف کی مطابقت اس بات کی شاہد ہے کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں مدح کے زیادہ حقدار ہیں۔ مزید یہ کہ صحابہ کرامؓ کو اہل السنّت مسلمانوں نے علی الاطلاق اور علی العموم عدول قرار دیا ہے اور بغیر کسی استثناء کے ان کی روایت کو لیا ہے جبکہ غیر صحابہ میں سے صرف انہی کی روایات قبول کی گئی ہیں جن کی امامت وعدالت ثابت ہو اور یہ اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ اس مدح وتعریف کے زیادہ حق دار ہیں۔ لہذا صحابہ کرامؓ پر مطلق طور پر "خیر امۃ" اور "وسط" یعنی عدول کا اطلاق صحیح ہے۔ (۱)

صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے مقربین : اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

"وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ" (۲)

اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں وہی تو مقرب لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے مدد یافتہ : صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایک آیت ہے :

"أُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِنْهُ" (۳)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔

۱۔ الموافقات للشاطبی ۴/۷۶-۷۶

۲۔ سورۃ الواقعۃ : ۱۰-۱۱

۳۔ سورۃ المجادلۃ : ۲۲

کفر، فسق، نافرمانی سے متنفر اور راست رو مومنین :

قرآن مجید صحابہ کرامؓ کی ثناء بیان کرتے ہوئے کہتا ہے :

"وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ، اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ"(۱)

مگر اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے لئے دل پسند بنادیا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا۔ ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔

فلاح یافتہ : فرمانِ الٰہی ہے :

"لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اُولٰئِکَ لَھُمُ الْخَیْرَاتُ وَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"(۲)

لیکن رسول اللہ ﷺ نے اور ان لوگوں نے جو رسول کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی جان و مال سے جہاد کیا اور اب ساری بھلائیاں انہی کیلئے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

سچے مومن : اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ"(۳)

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدو جہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ ان کیلئے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔

کامیاب : اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَاللّٰہِ وَاُلٰئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ"(۴)

۱۔ سورۃ الحجرات : ۷

۲۔ سورۃ التوبۃ / البراءۃ : ۸۸

۳۔ سورۃ الانفال : ۷۴

۴۔ سورۃ التوبۃ / البراءۃ : ۲۰

اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا وہی کامیاب ہیں۔

صحابہ کرامؓ کیلئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ

صحابہ کرامؓ کی مدح کا ایک اور قرآنی انداز یہ ہے :

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا"(۱)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

صادقین : قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کے سچے ہونے کی گواہی دی ہے :

"لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ"(۲)

نیز (وہ مال) ان غریب مہاجرین کیلئے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ یہی راستباز لوگ ہیں۔

۱۔ سورۃ الفتح : ۲۹

۲۔ سورۃ الحشر : ۸

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول ہے :

"ان اللہ سمانا الصادقین"(۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صادقین رکھا۔

صحابہ کرامؓ کا ذکر تورات، انجیل اور قرآن میں :

اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کی توصیف میں فرماتے ہیں :

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَه' أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَه' فَاٰزَرَه' فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا"(۲)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں ان کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ پر سلامتی بھیجی :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى"(۳)

اے نبی (ﷺ) کہو حمد ہے اللہ کیلئے اور سلام اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا۔

۱۔ تفسیر القرطبی ۲۸۸/۸۔ العواصم من القواصم لابن العربی، ص ٤٤

۲۔ سورۃ الفتح : ۲۹

۳۔ سورۃ النمل : ۵۹

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

"اصحاب محمد' اصطفاهم الله لنبيه عليه السلام"(۱)

ان سے مراد حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کیلئے چن لیا تھا۔

صحابہ کرامؓ روز قیامت رسوائی سے محفوظ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

"يَوْمَ لَايُخْزِى اللهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَه"(۲)

یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کریگا

صحابہ کرامؓ کی خبر کی تصدیق بذریعہ وحی :

صحابہ کرامؓ کی عدالت پر قرآنی شہادت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان کی خبر کی تصدیق خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ واقعاتی شہادتیں اور قرائن صحابہ کرامؓ کے خلاف جاتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو عدول قرار دیا۔ ان کی خبر کی تصدیق کی جس کی اطلاع بذریعہ وحی نبی اکرم ﷺ کو دی گئی۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں : میں اپنے چچا کے ہمراہ تھا تو میں نے عبداللہ بن ابی کو کہتے سنا کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگ بکھر جائیں جو ان کے ارد گرد ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر ہم مدینہ کی طرف واپس ہوئے تو عزت والا ذلیل کو باہر نکال دے گا۔ میں نے یہ اپنے چچا سے بیان کیا۔ پھر میرے چچا نے یہ رسول اللہ ﷺ کو بیان کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا۔ ان لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی تصدیق کی اور مجھے جھوٹا سمجھا۔ مجھے اس کا ایسا دکھ ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ چنانچہ میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "اذا جاءك المنافقون"(۳) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلوایا اور میرے سامنے یہ آیت تلاوت کی۔ پھر فرمایا :

۱۔ شرح السنة للبغوى ۶۸/۱۴' الاستيعاب لابن عبدالبر ۲۶/۱'
تفسیر ابن کثیر ۳/۳۷۰

۲۔ سورۃ التحریم : ۸

۳۔ سورۃ المنافقون : ۱

"اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ صَدَّقَکَ"(۱)   اللہ نے تیری تصدیق کی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا واقعہ ہے کہ آپ یہود کے پاس ان کی درس گاہ میں آ گئے۔ ایک یہودی عالم فنحاص کو آپ نے خوفِ خدا اور اسلام کی دعوت دی۔ فنحاص نے کہا: واللہ اے ابو بکر ہمیں اللہ کی کوئی احتیاج نہیں ہے بلکہ وہ یہی ہمارا محتاج ہے۔ ہم اس کے آگے عاجزی اور زاری نہیں کرتے جس طرح وہ ہمارے آگے عاجزی اور زاری کرتا ہے۔ ہم اس سے بے نیاز ہیں وہ ہم سے بے نیاز نہیں ہے۔ اگر وہ بے نیاز ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا جیسا کہ تمہارے دوست کا دعویٰ ہے۔ ہمیں سود سے منع کرتا ہے اور خود ہمیں سود دیتا ہے۔ اگر وہ ہم سے بے نیاز ہوتا تو سود کیوں دیتا۔

یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو غصہ آیا اور فنحاص کے منہ پر زور سے تھپڑ مارا اور کہا اگر ہم میں اور تم میں معاہدہ نہ ہوتا تو اے اللہ کے دشمن میں تیرا سر اڑا دیتا۔ فنحاص رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوچھا۔ انہوں نے فنحاص کی باتیں بیان کر دیں۔ فنحاص یہ سنتے ہی مکر گیا اور کہا میں نے ایسا نہیں کیا۔ اللہ تعالےٰ نے فنحاص کی تردید اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی:

"لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰہُ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیۡرٌ"---(۲) (۳)

ایک واقعہ حضرت عمیر بن سعدؓ کا بھی ہے۔ جنہوں نے ایک منافق جلاس بن سوید بن صامت کی یہ بات سن لی کہ اگر یہ شخص (حضرت محمد ﷺ) سچا ہوتا تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہوتے۔ حضرت عمیرؓ نے جلاس کو کہا جو ان کے خاندان کا شخص تھا: اے جلاس واللہ تمام لوگوں میں تم مجھے زیادہ عزیز ہو۔ مجھ پر احسان کرنے کے لحاظ سے میرے لئے سب سے بہتر ہو اور ایسے شخص کیلئے کوئی ایسا واقعہ پیش آنا جو وہ ناپسند کرے مجھ پر گراں ہے لیکن تم نے ایسی بات کہہ دی کہ اگر تمہارے خلاف اس بات کو اوپر تک پہنچاؤں یعنی رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع کر دوں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ اذا جاءک المنافقون ۲/۹۴۴، مزید ملاحظہ ہو: تاریخ الامم والملوک للطبری ۳/۶۵، السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۳/۳۰۳ ومابعد۔ السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ۳/۲۹۹ ومابعد۔

۲۔ سورۃ آل عمران: ۱۸۱

۳۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۲/۲۰۷ ومابعد

تو میری جانب سے تمہاری بدنامی ہوگی اور اگر اس اطلاع سے پہلو تہی کر کے خاموش ہو جاؤں تو میرا دین برباد ہو جائے گا۔ بلاشبہ ان دونوں حالتوں میں سے ایک دوسری کی نسبت میرے لئے زیادہ آسان ہے۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلاس کی کہی ہوئی بات بتادی۔ جلاس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قسم کھائی کہ عمیر نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا ہے اس نے جو بات بتائی ہے وہ میں نے نہیں کہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی :

"يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ"(۱)

علامہ ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کرلی تھی اور اس کی توبہ ایسی اچھی رہی کہ وہ اسلام اور بھلائی میں مشہور ہو گیا۔(۲)

صحابہ کرامؓ کی آراء کی موافقت میں نزولِ وحی :

صحابہ کرامؓ کی عدالت پر قرآن کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ :

ان میں سے بعض صحابہ نے کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا تو بعینہ ان کے الفاظ میں یا ان کی رائے کی موافقت میں وحی نازل ہوئی۔ مثلاً کئی مقامات پر وحی الٰہی حضرت عمرؓ کی موافقت میں اتری جنہیں "موافقاتِ عمر" کہا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی :

"یارسول اللہ لواتخذنا من مقام ابراھیم مصلی"(۳)

اے اللہ کے رسول ﷺ کاش ہم مقام ابراھیم علیہ السلام کو نماز پڑھنے کی جگہ بناتے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى"(۴) اور مقام ابراھیم کو جائے نماز بنالو۔

حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا :

"یارسول اللہ لو امرت نساءک ان یحتجبن فانه یکلمهن البر والفاجر"(۵)

۱۔ سورۃ التوبۃ : ۷۴

۲۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام ۲/۱۶۶ وما بعد

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی القبلۃ ۱/۲۲۵

۴۔ سورۃ البقرۃ: ۱۲۵

۵۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی القبلۃ ۱/۲۲۵

اے رسول اللہ ﷺ! کاش آپ اپنی بیویوں کو پردہ کا حکم دیں کیونکہ ان سے نیک وبد گفتگو کرتا ہے۔ اس پر آیت حجاب نازل ہوئی :

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا"(۱)

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ کی بیویوں سے کہا :

"عَسٰی رَبُّهٗ اَنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ"(۲)

اگر رسول اللہ تم کو طلاق دے دیں گے تو عنقریب آپ کا پروردگار تم سے اچھی مسلمان بیویاں آپ کو بدلے میں دے گا۔

تب یہ آیت نازل ہوئی۔

"عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا"(۳)

بعید نہیں کہ اگر نبی تم سب بیوں کو طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرمادے جو تم سے بہتر ہوں۔ سچی مسلمان' باایمان' اطاعت گزار' توبہ گزار' عبادت گزار اور روزہ دار' خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ۔

مشہور منافق عبداللہ بن ابی کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا جو سچا مسلمان تھا نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اپنے باپ کے کفن کیلئے آپ کی قمیض طلب کی۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہی تو حضرت عمرؓ نے عرض کی یہ آپ کے لائق نہیں لیکن آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا مجھے دو کاموں میں اختیار دیا گیا ہے (۴) اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی :

۱۔ سورۃ الاحزاب:۵۹

۲۔ صحیح بخاری' کتاب الصلوٰۃ' باب ماجاء فی القبلۃ ۱/۲۲۵

۳۔ سورۃ التحریم:۵

۴۔ سنن ابن ماجہ' ابواب ماجاء فی الجنائز' باب ماجاء فی الصلوۃ علی اھل القبلۃ ۱/۶۲۸-۶۲۹

"وَلَاتُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ"(۱)

اور آئندہ ان میں سے جو کوئی مرے ان کی نماز جنازہ بھی تم ہرگز نہ پڑھنا اور نہ کبھی ان کی قبر پر کھڑے ہونا کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ وہ فاسق تھے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

"فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ"(۲) پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ"

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ھکذا نزلت یاعمر"(۳) اے عمر اسی طرح ہی آیت نازل ہوئی ہے۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضرت عائشہؓ پر تہمت والے واقعہ کی خبر سنی تو کہا "سُبۡحَانَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ" پھر یہ آیت اسی طرح نازل ہوئی(۴)

مشہور تابعی سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے دو اشخاص ایسے تھے کہ جب وہ تہمت حضرت عائشہؓ والے واقعہ جیسی کوئی خبر سنتے تو کہتے "سُبۡحَانَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ" یہ حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ پھر اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی(۵)

عکرمہ سے روایت ہے کہ جس وقت معرکہ احد کی خبر عورتوں کو ملنے میں دیر ہوئی تو وہ شہر مدینہ سے حال معلوم کرنے کیلئے نکلیں دو آدمی میدان جنگ سے شہر کی طرف آرہے تھے۔ کسی عورت نے ان سے دریافت کیا رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں۔ ایک شخص نے جواب دیا وہ زندہ ہیں۔ عورت یہ خوشخبری سن کر کہنے لگی:

۱۔ سورۃ التوبۃ: ۸۴

۲۔ سورۃ المومنون: ۱۴

۳۔ تفسیر الفخر الرازی ۲۳/ ۸۷

۴۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱/ ۱۳۸

۵۔ حوالہ بالا

"فلاابالی ان یتخذاللہ من عبادہ الشھداء"(۱)

پھر میں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتی کہ خداوندکریم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے شہادت نصیب کرے۔

پھر قرآن کی آیت بھی اس عورت کے قول کے مطابق نازل ہوئی :

"وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ الشُّهَدَاءَ"(۲) اور وہ (اللہ) تم میں سے شہداء لیناچاہتا تھا۔

ابن سعد (م ۲۳۰ھ) نے اپنی کتاب "الطبقات الکبری" میں روایت کیاہے کہ غزوہ احد میں اسلام کا پرچم حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ دوران لڑائی جب ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو پرچم کو بائیں ہاتھ سے تھام لیااور کہنے لگے : :

"وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ" اس روز تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (۳)

"وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ"(۴)

محمد ﷺ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں پھر کیا وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے جب بنو قریظہ کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا کہ جوان میں لڑائی کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"قضیت بحکم اللہ"(۵)

تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

(جاری ہے)

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱/۱۳۸

۲۔ سورۃ آل عمران : ۱۴۰

۳۔ الطبقات الکبری لابن سعد ۳/۱۲۰۔۱۲۱

۴۔ سورۃ آل عمران : ۱۴۴

۵۔ صحیح بخاری 'کتاب المغازی' باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب ومخرجه الی بنی قریظة ۲/۵٦٧